ڈاکٹر عابد سیال

اردو غزل میں جدید تمدّنی مظاہر کے استعمال کا رجحان

Ghazal is evergreen genre of Urdu literature which has always reflected the political, social and other changes in the society in a creative literary way. In modern period, reflection of complexities of modern lifestyle can be seen in *Ghazal*. This article attempts to critically analyze this trend in Urdu *Ghazal*.

جدید غزل نے تازہ موضوعات زیادہ تر شہری زندگی کے مسائل اور پیچیدگیوں سے اخذ کیے۔ ان مسائل کے بیان اور غزل کا چہرہ مہرہ تیار کرنے کے سلسلے میں ایک اہم رجحان جدید تمدنی مظاہر کے استعمال کا بھی ہے۔ روایتی غزل تشبیہوں، استعاروں، علامتوں، اشاروں، کنایوں کے حصول کے لیے عموماً یا تو بزم کی طرف رجوع کرتی ہے اور مے خانہ، محفل، دربار وغیرہ کے تلازمات کو استعمال کرتی ہے یا فطرت کی طرف دیکھتی ہے اور چمن، دریا، پہاڑ، صحرا وغیرہ اور ان کے متعلقات سے استفادہ کرتی ہے۔ روزمرہ زندگی کی اشیا و مظاہر کی طرف بھی اس کا میلان رہا ہے لیکن جدید دور میں آ کر بھی اکثر شعرا زیادہ تر انھی اشیا و مظاہر کا استعمال کرتے رہے جو فارسی غزل سے مستعار یا اٹھارویں اور انیسویں صدی کے تمدن سے متعلق تھے۔ جدید غزل نے اس رویے میں بھی تبدیلی پیدا کی اور جدید تمدنی مظاہر کو غزل میں رواج دینے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں ناصر کاظمی کے ہاں پہلی مرتبہ نمایاں طور پر شہری زندگی اور اس کے متعلقات کا ذکر ملتا ہے اور پھر یہ سلسلہ، اگرچہ سست روی کے ساتھ، آگے بڑھتا ہے۔ اس حوالے سے دوسرا اہم نام شہزاد احمد کا ہے۔ انھوں نے جدید عہد کے فکری سوالات کو ایک استدلالی انداز اور سائنسی طرز فکر کے ساتھ غزل میں بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ ناصر کاظمی اور منیر نیازی کے ہاں شہری زندگی کے مسائل نے غزل میں جگہ بنانی شروع کر دی تھی اور ان کے ہاں 'شہر' کا لفظ اپنے وسیع علامتی تناظر میں بکثرت استعمال ہوا ہے لیکن ''شہزاد نے شہر اور شہری ماحول کی ایک خارجی عکاسی کی ہے۔ خارجی اور بیرونی فضا کی تصویر بندی کے باعث شہزاد کی غزل کی لفظیات میں ایک دلچسپ تبدیلی نظر آتی ہے۔ خصوصاً ان اشعار میں جہاں جدید اشیائے ضرورت کے نام لیے گئے ہیں'' (۱)۔ کہیں کہیں تو یہ انداز محض ایک صورت واقعہ کے اظہار کا وسیلہ نظر آتا ہے لیکن بعض اوقات شہری زندگی، اس کے معمولات، جدید فرد کی نفسیات اور جدید عہد میں سرایت کیے ہوئے تنہائی اور لایعنیت کے احساس کے بلیغ استعاروں کی شکل اختیار کرتا ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد نے شہزاد احمد کے نفسیات کے مطالعے کے تناظر میں، غزل میں ان کے اس پیکر تراشی کے رجحان کا تجزیہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> شہری خام مواد کے شاعر شہزاد احمد کے یہاں شہر کے اس مخصوص حصہ کی تصویریں ہیں جو کوٹھیوں اور سجے ہوئے ڈرائنگ روموں پر مشتمل ہے۔ ان کے افراد کلف لگے ہوئے اور سجے ہوئے ہیں جن کے جذبات و احساسات میں نفرتیں اور منافقتیں گھلی ہوئی ہیں ۔۔۔ شہزاد احمد سچائی کے متلاشی ہیں۔ یہ سچائی منافقتوں اور کالکوں کے پردے میں چھپی ہوئی ہے۔ اس پردے کو چاک کرنے کا عمل شخصیت کے بٹوارے کا اعلان نامہ

بھی ہے۔ بٹی ہوئی شخصیت کے تحت شہزاد احمد کی دو شخصیتیں بنتی ہیں: ایک نفسیات نگار اور دوسری شاعر۔ نفسیات نگار چیزوں کا تجزیہ کرتا ہے انھیں توڑ پھوڑ کر پھر جوڑتا ہے اور شاعر اس تجزیہ کے ردِعمل کا اظہار کرتا ہے۔ ان دونوں کے امتزاج سے شہزاد احمد کے پیکروں کا تخلیقی خام مواد تیار ہوتا ہے۔(۴)

۔ تجھ میں کس بل ہے تو دنیا کو بہا کر لے جا
چائے کی پیالی میں طوفان اٹھاتا کیوں ہے

۔ مٹی جمی ہوئی تھی جب کوٹ کے کفوں پر
حیرت ہوئی تھی مجھ کو لوگوں کے قہقہوں پر

۔ جن سے ہوئی دلوں کو حرارت کی آرزو
وہ لوگ ہیں جلی ہوئی ماچس کی تیلیاں

۔ جو ل چکی ہیں ان کو بھی پہچانتی نہیں
آنکھیں ہیں یا کہ شہر کی آوارہ لڑکیاں

۔ بُنتی رہی وہ ایک سویٹر کو مدتوں
چپ چاپ اس کے کتنے شب و روز کٹ گئے

۔ دس بجے رات کو سو جاتے ہیں خبریں سُن کر
آنکھ کھلتی ہے تو اخبار طلب کرتے ہیں

۔ چہرے پہ جو لکھا ہے وہی اس کے دل میں ہے
پڑھ لی ہیں سرخیاں تو یہ اخبار پھینک دے

شہزاد احمد کے علاوہ دیگر متعدد شعرا کے ہاں بھی اس رجحان کے آثار ملتے ہیں۔ گھر میں نظر آنے اشیا میز، کرسی، پگل دان، اخبار، آتش دان، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون وغیرہ؛ گلیوں، بازاروں میں چلتے پھرتے انسان اور ان کے اردگرد کی اشیاء دکانیں، سامان خرید و فروخت، گاڑیاں، سائیکل، ہارن، شور، بھیڑ وغیرہ؛ پارکوں، کلبوں، محفلوں اور ان کے متعلقات کا وغیرہ؛ اور زندگی کے کئی دیگر شعبوں سے متعلق لفظیات، مضامین و موضوعات اور جذبات و احساسات کو شاعروں نے بڑی عمدگی سے غزل کے ایوان میں سجایا ہے۔ اس کے باوجود شاعری کے ناقدین نے اردو غزل اور جدید دور کے تقاضوں میں تفاوت کی بات بارہا چھیڑی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی کمال احمد صدیقی کے وہ سوالات ہیں جو انھوں نے اردو اکادمی، دہلی کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار میں پڑھے گئے اپنے مقالے میں اٹھائے ہیں۔ ان اعتراض نما سوالات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ مکانوں کے نقشے بدل گئے ہیں، شہروں نے قصبوں اور دیہاتوں کو نگل لیا ہے۔ ذرائع آمد و رفت اور رسل و رسائل کے

طریقے بدل گئے ہیں۔لباس بدل گئے ہیں۔کیا اردو غزل میں ان تبدیلیوں کی جھلک آئی؟

۲۔ انسانی جذبات تو وہی ہیں لیکن زندگی کے طریقے کچھ ایسے بدلے ہیں کہ اے کے ۴۷ مشین گن، بموں کے دھماکے معمولات میں شامل ہیں۔آبادی کے بڑے حصے کے لیے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبار نے شاید ہی کسی کو بے خبر رکھا ہے۔اردو غزل میں ان کا کوئی سراغ؟

۳۔ ترسیل اور ابلاغ کے ذرائع نے براہِ راست بیان کے علاوہ کسی اور اسلوب کے لیے گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔۔۔ تصور تک images میں واضح طور سے پیش کر دیا جاتا ہے۔ واقعہ کی جزئیات کی تو بات ہی نہیں۔ ایسے میں مانوس اسلوبِ غزل سے بالکل ہٹ کر کوئی اسلوب نہ ہو تو وہ وقت کا تقاضا پورا نہیں کر سکتا۔کیا اسلوب میں کوئی تبدیلی آئی؟

۴۔ پرانے تلازموں کو نئی معنویت دینے، پرانے symbols کو نئے معنی دینے سے بھی کام نہیں چلتا۔اس کے باوجود غزلیں لکھی گئیں۔اچھے اور برے شعر کہے گئے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔۔۔اس نصف صدی میں کون سی ایسی شاہکار غزل لکھی گئی؟ (۳)

آخر میں صدیقی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غزل نے ایسا اسلوب دریافت نہیں کیا جو شاعرانہ بھی ہو اور جدید تصورات اس میں شعر بن سکیں۔جدید دور کی اردو غزل کے سرمائے کے ایک بڑے حصے کو دیکھتے ہوئے یہ سوالات اور نتائج غیر اہم معلوم نہیں ہوتے، تاہم جدید شعرا کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اس کا ازالہ کرنے کی جو کوششیں کی ہیں ان سے جدید غزل میں ایک ایسی فضا پیدا ہوئی ہے جو مندرجہ بالا اعتراضات میں سے زیادہ تر کا جواب پیش کرتی ہے۔جمیل الدین عالی لکھتے ہیں:

> غزل کے بارے میں یہ بحث کہ غزل اپنے بنیادی مزاج اور اسلوب و آہنگ کے ساتھ ہمارے بدلتے ہوئے رجحانات اور مذاق سے کہاں تک ہم آہنگ ہو سکتی ہے، وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہے۔۔۔نظریاتی سطح پر اس سوال کا نقادوں نے جو بھی جواب دیا ہو لیکن تخلیقی سطح پر اس کا سب سے اچھا جواب خود غزل نے ہی فراہم کیا ہے۔۔۔ماضی کے ہر دور کی طرح آج بھی اردو غزل کے تشکیلی مزاج کا امتحان اس بات میں ہے کہ وہ مشینوں کی گڑگڑاہٹ اور طیاروں کی پرواز کے شعور میں اپنے بنیادی مزاج اور آہنگ کو اپنی رمزیت، اشاریت اور ایمائیت کو ایک مؤثر تہذیبی ورثہ کی حیثیت سے برقرار رکھتے ہوئے نئے حالات و حوادث کی عکاسی کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوتی ہے۔(۴)

درج ذیل اشعار میں سے اکثر نہ صرف جدید زندگی کے متنوع رخوں کی جھلکیاں پیش کرتے ہیں بلکہ شاعری کے اعلیٰ فنی و جمالیاتی تقاضوں کو بھی پورا کرتے نظر آتے ہیں۔

۔ جنگ بھی ، تیرا دھیان بھی ، ہم بھی
سائرن بھی ، اذان بھی ، ہم بھی
تیری منشاؤں کے محاذ پہ ہیں
چھاؤنی کے جوان بھی ، ہم بھی (مجید امجد)

۔ اک چیل ایک ممٹی پہ بیٹھی ہے دھوپ میں
گلیاں اجڑ گئی ہیں مگر پاسباں تو ہے (منیر نیازی)

ــ ملبوس خوش نما ہیں مگر جسم کھوکھلے
چھلکے سجے ہوں جیسے پھلوں کی دُکان پر (شکیب جلالی)

ــ چلی ہوا میں خون کا ذرہ اُڑا ہی تھا
پاگل ہُوا یہ شہر ذرا سے نشان پر (ظفر اقبال)

ــ اے صبح کی کرن مجھے پیاری ہے تو بہت
تجھ سے لپٹ پڑوں گا اگر جاگتا ہوا (شہزاد احمد)

ــ آہستہ اس لرزتے ہوئے پل پہ پاؤں رکھ
صدیوں کا انہدام ترے نام ہی نہ ہو (خورشید رضوی)

ــ میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے (مصطفیٰ زیدی)

ــ یہ مٹی سے اٹی دنیا نہیں ہے رہگزر میری
فضا میں راستہ میرا ، ہوائیں ہم سفر میری (مظفر علی سید)

ــ ناگ پھنی سا شعلہ ہے جو آنکھوں میں لہراتا ہے
رات کبھی ہمدم نہ بنی اور نیند کبھی مرہم نہ ہوئی (ساقی فاروقی)

ــ خالی پڑی ہیں بید کی بیمار کرسیاں
خاکستری سی دھند برستی ہے لان پر (ظفر اقبال)

ــ قہقہوں سے ہو گئی خالی مرے گھر کی منڈیر
کچھ بتا کر بھی نہ خوش گفتار ہمسائے گئے (خالد اقبال یاسرؔ)

ــ پیلے پتوں کو سہ پہر کی وحشت پُرسہ دیتی تھی
آنگن میں ایک اوندھے گھڑے پر بس اِک کوا زندہ تھا (جون ایلیا)

ــ پرندے میرا بدن دیکھتے تھے حیرت سے
میں اُڑ رہا تھا خلا میں عجیب شان لیے (رفیق سندیلوی)

ے ریل کی سیٹی میں کیسے ہجر کی تمہید تھی
اس کو رخصت کر کے گھر لوٹے تو اندازہ ہوا (پروین شاکر)

ے یوں تو ایک زمانہ گزرا دل دریا کو خشک ہوئے
پھر بھی کسی نے سراغ نہ پایا ڈوبے ہوئے جہازوں کا (غلام محمد قاصر)

ے خاموشیوں کی ریت سے یہ جھیل بھر گئی
اترے تھے کچھ پرند ، وہ جاتے ہیں لوٹ کر (پرکاش فکری)

ے چھت پہ پگھل کے جم گئی خوابوں کی چاندنی
کمرے کا درد ہانپتے سایوں کو کھا گیا (عادل منصوری)

ے کچھ یوں بھی زرد زرد سی ناہید آج تھی
کچھ اوڑھنی کا رنگ بھی کھلتا ہوا نہ تھا (کشور ناہید)

ے گل دان میں گلاب کی کلیاں مہک اٹھیں
کرسی نے اس کو دیکھ کے آغوش وا کیا (محمد علوی)

ے گرم کپڑوں کا صندوق مت کھولنا ورنہ یادوں کی کافور جیسی مہک
خون میں آگ بن کر اتر جائے گی صبح تک یہ مکاں خاک ہو جائے گا (بشیر بدر)

جدید شعرا کے ہاں زندگی کے مسائل ومعاملات کو اپنی نظر سے دیکھنے اور انھیں خارجی مظاہر سے ہم رشتہ کر کے تخلیقی رچاؤ کے ساتھ بیان کرنے کا جوز اویہ پیدا ہوا ہے، یہ اشعار اس کی بخوبی نمائندگی کرتے ہیں ۔تاہم یہ رجحان بھی، دیگر رجحانوں کی طرح، تمام تر خوشگوار نہیں تھا۔بعض شعرا کے ہاں خارجی اشیاءومظاہر کا یہ بیان احساس سے تو مطابقت رکھتا ہے لیکن جمالیاتی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اور بعض کے ہاں اس رجحان کی تقلید محض نظر آتی ہے۔اس کی مثالیں بھی دیکھتے چلیے:

ے اک تھرتھری کھنک کے سوا کیا ملا شکیب
ٹکڑے یہ مجھ سے کہتے ہیں ٹوٹی پلیٹ کے (شکیب جلالی)

ے ساری رات گلی کی خالی نکڑ میں
تیز ہوائیں لیمپ ہلاتی رہتی ہیں (نذیر قیصر)

ـ بجلی کے دبکے ہوئے تاروں کو چُھو لیں
کہو کسی گاڑی کے نیچے کٹ جائیں (بشیر بدر)

ـ زخمی گلی میں آج بہت تیز ہے ہوا
اس کاغذی بدن کو نہ باہر نکالیے (سیف زلفی)

ـ چھاتا جو آسمان کا سر پر لگائے ہوں
اس کو سمیٹ لوں تو کہاں جائے گا کوئی (خلیل رامپوری)

ـ سمٹی ہوئی چوکھٹ پہ اک دھوپ کی بلی سی
لیموں کی کیاری میں چاندی کے کئی کنگن (ندا فاضلی)

ـ چاروں طرف بریکیں لگیں ہارن بج اٹھے
رستوں کے بیچوں بیچ وہ لڑکی ٹھہر گئی (عادل منصوری)

ـ اب وہاں کیا ہے نئے چالیس چیسوں کے سوا
پرس میں منہ دیکھ لیتا ہوں بڑی تصویر کا (مظفر حنفی)

یہ رجحان بھی حسین وقبیح دونوں پہلو رکھتا ہے لیکن مندرجہ بالا اشعار اور اسی طرح کے دیگر ہزاروں اشعار کو دیکھتے ہوئے اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ شعرا نے جدید استعارہ سازی کی سنجیدہ کوششیں کیں۔ محمد ہادی حسین لکھتے ہیں کہ ''شاعری استعاروں کے ذریعے ممکنات وجود کے نت نئے تصور وضع کر کے انسانی ادراک وشعور کے افق کو وسیع کرتی رہتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ زبان کے گنجینے کو بھی نئے الفاظ اور نئے معانی سے مالا مال کرتی جاتی ہے''۔(۵) یوں جدید غزل کے اس رجحان نے جہاں اردو غزل کے ذخیرۂ الفاظ کو وسیع کیا وہیں اسے جدید دور کے انسان کی آواز بنانے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔

حوالہ جات

۱ـ طارق ہاشمی، ڈاکٹر: ''اردو غزل میں اسلوب، زبان اور ہیئت کے تجربات''، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی اردو، پشاور یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲۳

۲ـ رشید امجد، ڈاکٹر: ''پاکستانی غزل ۱۹۴۷ء–۱۹۸۱ء''مشمولہ ''جدید اردو غزل'' مرتبہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، بھارت، ص ۵۰

۳ـ کمال احمد صدیقی: ''آزادی کے بعد غزل میں احیاء پرستی'' مشمولہ ''معاصر اردو غزل'' مرتبہ قمر رئیس، پروفیسر، ص ۱۲۲، ۱۲۳

۴ـ جمیل الدین عالی: ''اردو غزل–چند مسائل'' مشمولہ ''پاکستانی ادب'' پانچویں جلد (تنقید) مرتبہ: رشید امجد، ڈاکٹر، فاروق علی، فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج، راولپنڈی، ۱۹۸۱ء، ص ۸۹۵

۵ـ محمد ہادی حسین: ''زبان اور شاعری''، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۱۵، ۱۱۶